ناول

اردو کی نثری ادب میں ناول ایک اہم شاخ ہے۔ ناول کے فن کے ذریعہ ہماری زندگی، ماحول اور روز مرہ کے معاملات کی آئینہ داری ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ صنف مغربی ادب کی دین ہے۔ برطانیہ کی ایک خاتون ادیبہ کلارا دیوز نے ناول کی تعریف اس طرح کی ہے: 'ناول اس زمانے کی زندگی اور معاشرت کی سچی تصویر ہے جس زمانے میں وہ لکھا جائے۔' گویا ناول نگاری کا مقصد حقیقی زندگی اور اس کے ماحول کی ترجمانی سچے طور پر کرنا ہے۔

فنی اعتبار سے پلاٹ، کردار، ماحول، مکالمہ، جذبات نگاری، فلسفۂ حیات، زبان وغیرہ ناول کے اجزائے ترکیبی ہیں۔

مغربی ممالک میں صنعتی انقلاب کے بعد ناول نگاری کی ابتدائی کوششیں شروع ہوگئی تھیں اور کچھ ہی مدت میں ناول نگاروں کی ایک جماعت تیار ہوگئی جن کی کوششوں سے صنف ناول کو اعتبار حاصل ہوگیا۔

اردو ناول کو فروغ دینے والوں میں ڈپٹی نذیر احمد کا نام سرفہرست ہے۔ انہوں نے 'مراۃ العروس' کے عنوان سے قصے کی ایک ایسی کتاب لکھی جسے بعد کے زمانے میں اردو کا پہلا ناول قرار دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نذیر احمد نے چھ ناول لکھے ان تمام ناول کے قصوں کا مقصد قوم کی زبوں حالی اور اصلاح معاشرہ ہے۔ شاد عظیم آبادی کا ناول 'صورۃ الخیال'، حالی کے 'مجالس النساء'، رشیدۃ النساء اور 'اصلاح النساء' وغیرہ میں بھی کم وبیش نذیر احمد کی تقلید ہے۔ اسی زمانے میں عبدالحلیم شرر اور پنڈت رتن ناتھ سرشار نے ناول نگاری کا ایک الگ نگار خانہ سجایا۔ شرر تاریخ کے پردے میں اپنی باتیں کہتے ہیں جبکہ سرشار تہذیب وثقافت اور قدروں کو اپنے ناول کی بنیاد بناتے ہیں۔

بیسویں صدی کی ابتدا میں اردو ناول کے نئے عہد کا آغاز ہوتا ہے۔ مرزا ہادی رسوا 'امراؤ جان' لے کر منظر عام پر آئے۔ ناول کے فن اور تکنیک کے اعتبار سے مرزا ہادی رسوا نے جس عہد جدید کا خاکہ کھینچا اس کا عروج پریم چند کے ناولوں میں نظر آتا ہے۔ 'گئودان' سے 'میدان عمل' تک پریم چند کے پندرہ ناول اس کے عمدہ نمونے ہیں۔

پریم چند کے بعد ترقی پسند ناول نگاروں میں سجاد ظہیر کا ناول 'لندن کی ایک رات' ہے۔ کرشن چندر اور عصمت چغتائی ترقی پسندوں میں خاصے مقبول ناول نگار ہیں۔ ناول کا سفر مسلسل جاری ہے۔

ڈپٹی نذیر احمد

نذیر احمد کی پیدائش 6 دسمبر 1836ء کو ضلع بجنور کے افضل گڑھ پرگنہ کی بستی کوریٹر میں ہوئی۔ ان کے والد کا نام سعادت علی تھا۔ نذیر احمد کا نسبی سلسلہ ایک بزرگ عبدالغفور اعظم پوری سے ملتا ہے جو شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے مشہور خلفاء میں تھے۔ ان کے نانا قاضی غلام علی شاہ کا شمار بھی اپنے وقت کے بڑے بزرگوں میں ہوتا تھا۔

نذیر احمد کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ہوئی۔ اپنے والد سعادت علی سے عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی اور مولوی نصر اللہ سے بھی عربی کی معیاری کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ پھر نذیر احمد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے دہلی گئے۔ پرنسپل کارگل کے توسط سے 1845ء میں دہلی کالج میں داخل ہوئے اور 1853ء تک دہلی میں مقیم رہے۔ اسی دوران مولوی عبدالخالق کی پوتی سے ان کی شادی ہوگئی۔ 13 سال کی عمر میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ شادی کے بعد فکر معاش دامن گیر ہوئی وہ حصول معاش کے لئے پنجاب گئے اور ٹیمپل صاحب میں چالیس روپیہ ماہوار پر معلمی کے فرائض انجام دینے لگے۔ اس ملازمت سے وہ مطمئن نہیں تھے اس لئے استعفیٰ دے دیا اور کانپور میں مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر ہوگئے۔ لیکن ناموافق حالات کے نتیجہ میں یہاں بھی استعفیٰ دینا پڑا۔ اسی دوران غدر 1857ء کا واقعہ پیش آیا۔ کسی طرح دہلی آگئے اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہوگئے۔

ڈپٹی نذیر احمد کو اردو کا اولین ناول نگار تسلیم کیا جاتا ہے۔ مراۃ العروس کی اشاعت 1869ء میں ہوئی۔ اس ناول کے دو کردار اکبری اور اصغری اب بھی زندہ کردار ہیں۔ اس کے بعد 1872ء میں ان کا ناول 'بنات النعش' شائع ہوا۔ اس ناول میں تعلیم پر خاصا زور دیا گیا ہے۔ اس کا ایک کردار اصغری خانم تعلیم نسواں کو عام کرتی ہیں۔ توبۃ النصوح کی اشاعت 1877ء میں ہوئی۔ فنی اعتبار سے توبۃ النصوح قدرے بہتر ہے۔ نصوح عالم خواب میں حشر کا نقشہ دیکھتا ہے۔ یہی خواب اس کی زندگی میں اصلاحی انقلاب کا باعث ہوتا ہے۔ فسانہ مبتلا 1885ء میں شائع ہوا۔ ابن الوقت نذیر احمد کے ناولوں میں سب سے اہم ہے۔ نذیر احمد کا آخری ناول رویائے صادقہ ہے جو 1884ء میں شائع ہوا۔ نذیر احمد کے ناولوں کے دور رس اثرات مرتب ہوئے اس حد تک کہ ہر علاقے میں اس نوعیت کی اصلاحی تحریریں مسلسل لکھی جانے لگیں۔ اپنی تصانیف کے ذریعہ نذیر احمد نے اردو ناول کے لئے ایک میدان تیار کردیا۔ 74 سال کی عمر میں نذیر احمد پر فالج کا اثر ہوا۔ اور 28 دسمبر 1910ء میں ان کا وصال ہوگیا۔

فہمیدہ اور منجھلی بیٹی حمیدہ کی گفتگو

فہمیدہ: تم کو جواب چند روز سے نماز پڑھتے دیکھتی ہوں تو پرسوں مجھ سے پوچھنے لگی کہ اما جان دن میں کئی مرتبہ ابا جان ہاتھ منہ دھو کر یہ کیا کیا کرتے ہیں۔ پہلے دیر تک بڑے ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ چپکے چپکے کچھ باتیں کرتے ہیں پھر جھکتے ہیں پھر منہ کے بل گر پڑتے ہیں۔

میں: بیٹی نماز پڑھتے ہیں۔

حمیدہ: اما جان نماز کیا۔ نماز کو اس استعجاب کے ساتھ پوچھنا یہ پہلی چٹکی تھی کہ اس نے میرے دل میں لی۔

میں: بیٹی خدا کی عبادت کو نماز کہتے ہیں۔

حمیدہ: اما جان خدا کیا چیز ہے اور عبادت اس کی کون ہے۔ اس کا بھولے پن سے یہ پوچھنا تھا کہ خدا کیا چیز ہے اور عبادت اس کی کون ہے کہ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔

میں: کیوں کیا تم خدا کو نہیں جانتیں۔

حمیدہ: میں سب لوگوں کو خدا کی قسم کھاتے تو سنتی ہوں اور جب کبھی اما جان تم خفا ہوتی ہو تو کہا کرتی ہو خدا کی مار اور مجھے خدا سمجھے شاید خدا بیجا کو کہتے ہیں مگر بیجا ہوتی تو اس کی قسم نہ کھاتے۔

میں: حمیدہ توبہ کرو توبہ خدا بیجا نہیں ہے خدا وہ ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے وہی روزی دیتا ہے وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے وہی پالتا ہے۔ حمیدہ۔ کیا ابا جان تم کو بھی خدا ہی نے پیدا کیا ہے۔

میں: ہاں مجھ کو بھی۔

حمیدہ: اور ابا جان کو بھی۔

میں: ہاں تمہارے ابا جان کو بھی۔

حمیدہ: اور نئی بوا کو بھی۔

میں: ہاں نئی بوا کو بھی۔

حمیدہ: اما جان کیا ہر روز ہمارے گھر میں کھانا نہیں پکتا۔

میں: کیوں نہیں پکتا۔

حمیدہ: پھر تم تو کہتی ہو کہ خدا سب کو کھانے کو دیتا ہے۔

میں: اللہ میاں پانی برساتے ہیں۔ اللہ میاں غلے اور میوہ اور ترکاریاں ہم لوگوں کے واسطے زمین میں اگاتے ہیں وہی ہم سب لوگ کھاتے ہیں۔

حمیدہ: نئی بوا کو تو اما جان تم دودھ پلاتی ہو۔

میں: دودھ بھی اللہ میاں ہی اتارتے ہیں۔ تمہاری ہی دفعہ اسی دودھ کے پیچھے برسوں مصیبت اٹھائی۔ چھٹی تک الغاروں دودھ تھا چھٹی نہا کر اٹھی کہ یکا یک جاڑا چڑھا بخار آیا تو کس شدت کا کہ الامان تمام بدن سے آنچ نکلتی تھی۔ وہ پہر بھر کا بخار آنا اور دودھ کا تاؤ کھا جانا پھر بہتری ستاول پھانکی زیرہ پیا حکیم کا علاج کیا تمہارے دادا جان خدا جنت نصیب کرے ہر روز صبح کو نشتری لکھ دیا کرتے تھے مگر دودھ کچھ اسی گھڑی کا سوکھا تھا کہ پھر نہ اترا پر نہ اترا جب دیکھا کہ بچی بھوک کے مارے پھڑکی چلی جاتی ہے ناچار انا رکھی اور وہ عذاب اٹھائے کہ خدا دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ خدا نے زندگی بخشی تھی کہ تم پل گئیں۔

حمیدہ: تو اللہ میاں بڑے اچھے ہیں ہم سب کو کھانے کو دیتے ہیں ہماری نئی بوا کے واسطے دودھ اتارتے ہیں۔ لیکن اما جان اللہ میاں سے ہمارا کچھ رشتہ ناتا ہے کہ اتنے سلوک کرتے ہیں۔

میں: رشتہ ناتا یہ کہ ہم ان کے بندے ہیں۔ مرد ان کے غلام ہیں۔ عورتیں ان کی لونڈیاں ہیں۔

حمیدہ: لونڈی غلاموں کے ساتھ اتنا سلوک کہ کوئی اپنے بچوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا۔ لیکن لونڈی غلام تو اپنے مالک کی خدمت کرتے ہیں ٹہل کرتے ہیں۔ ہم اللہ میاں کا کون سا کام کرتے ہیں۔

میں: یہی نماز جو تم نے اپنے باپ کو پڑھتے دیکھی اور جس کو عبادت کہتے ہیں۔

حمیدہ: ہاں نماز اللہ میاں کا کام ہے تو سبھی کو نہ پڑھنی چاہئے کیونکہ لونڈی غلام سب ہیں۔ اللہ میاں کی دی ہوئی روٹی سب کھاتے ہیں۔

میں: بیشک خدا کی عبادت سب پر فرض ہے۔

حمیدہ: اماجان تم تو نماز نہیں پڑھتیں کیا تم اللہ میاں کی لونڈی نہیں ہو اور کیا تم اس کی دی ہوئی روٹی نہیں کھاتیں۔ حمیدہ نے جو سادہ دلی اور بھولے پن سے یہ الزام دی مجھ کو اس قدر شرم آئی کہ زمین پھٹ گئی ہوتی تو میں سما جاتی۔

میں: میں لونڈی بے شک ہوں اور خدا ہی کی دی ہوئی روٹی کھاتی ہوں لیکن کیا بعض لونڈیاں نکمی اور کام چور اور نمک حرام اور بے غیرت نہیں ہوتیں ویسی ہی اللہ میاں کی ایک لونڈی میں ہوں۔

حمیدہ: ابا جان بھی تو اب بیماری سے اٹھ کر نماز پڑھنے لگے ہیں۔ کیا اس سے پہلے وہ خدا کی دی ہوئی روٹی نہیں کھاتے تھے۔

یہ سن کر نصوح کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے۔

میں: وہ بھی برا کرتے تھے۔

حمیدہ: اچھی اماجان اللہ میاں خفا ہوتے ہوں گے۔

میں: خفا ہونے کی تو بات ہی ہے۔

حمیدہ: ایسا نہ ہو کہ روٹی بند کر دیں تو ہم کہاں سے کھائیں گے اور اگر ننی بوا کا دودھ سوکھ جائے گا تو ہماری ننی روئے گی۔

یہ کہہ کر حمیدہ رونے لگی۔ میں نے اٹھا کر گلے سے لگا لیا اور پیار کیا لیکن جس قدر میں اس کو تسلی دیتی تھی وہ اور دوگنا روتی تھی۔ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور مجھ کو روتے دیکھ کر وہ اور بھی بیتاب ہو گئی۔ آخر بڑی بڑی مشکلوں سے میں نے اس کو سنبھالا اور کہا کہ حمیدہ تم ڈرو مت اللہ میاں کا یہ دستور نہیں ہے کہ جو لونڈی غلام کام نہ کریں ان کا کھانا بند کر دیں۔

حمیدہ: سچ میں۔

میں: ہاں ہاں تم گھبراؤ مت۔

حمیدہ: اچھی اماجان ننی کو پلا کر دیکھو دودھ ہے یا نہیں۔

میں: بیٹی ننی کو سونے دو اور دودھ سے اطمینان رکھو دودھ خدا کا دیا ہوا بہت ہے۔

حمیدہ: ہمارے گھر میں تو لونڈی غلام نہیں نوکر چاکر ہیں مگر کام نہیں کرتے تو تنخواہ کاٹ لی جاتی ہے اباجان

جرمانہ کر دیا کرتے ہیں گھر سے نکال دیتے ہیں۔ اللہ میاں اپنے لونڈی غلاموں پر بھی خفا نہیں ہوتے تو ایسے مالک کا کام تو اور بھی جی لگا کر کرنا چاہئے کیا کام نہ کرنا اور کھانا بے غیرتی نہیں ہے۔

میں: بڑی بے غیرتی کی بات ہے۔

حمیدہ: اما جان میں نے تو آج تک نماز نہیں پڑھی اور نہ مجھ کو نماز پڑھنی آتی ہے اور تم تو دن رات میں دو ہی مرتبہ کھانا کھاتی ہو۔

میں: نہیں معلوم کتنا دفعہ کھاتی ہوں۔ مجھ پر اللہ میاں ضرور خفا ہوئے ہوں گے۔

یہ کہہ کر پھر حمیدہ روئی اور ڈر کے مارے دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی اور پھر میں نے سمجھایا کہ حمیدہ ڈرو مت اللہ میاں تم سے ناخوش نہیں ہیں۔ ابھی تم بچی ہو تم کو نماز معاف ہے۔

حمیدہ: کھانا تو مجھ کو بھی سب کے برابر بلکہ سب سے اچھا اور زیادہ ملتا ہے۔

میں: ہاں ملتا ہے اور یہ بھی خدا کی مہربانی ہے کہ تم کو کام معاف کر رکھا ہے۔

حمیدہ: پھر اللہ میاں مجھ کو کیوں کھانا دیتے ہیں۔

میں: اس واسطے کہ جب بڑی ہو جاؤ تو اس کے بدلے کا بہت سا کام کرو۔

حمیدہ: لیکن کیا میں اب کام نہیں کرسکتی۔ دیکھو میں تم کو پان بنا دیتی ہوں۔ ابا جان کو پانی پلا دیتی ہوں۔ ننی بوا کو بہلا لیتی ہوں۔ کیوں اما جان کرتی ہوں۔

میں: ہاں بوا جان تم تو میرے بہت کام کرتی ہو پنکھا جھل دیتی ہو، دھاگا بٹ دیتی ہو سوئی میں دھاگا پرو دیتی ہو جو چیز مجھ کو درکار ہوئی ہے لے آتی ہو۔

حمیدہ: تو کیا میں اللہ میاں کا کوئی چھوٹا سا کام بھی نہیں کرسکتی۔ کیا نماز پڑھنا بڑا مشکل کام ہے۔ میں تو دیکھتی ہوں ابا جان ہاتھ منہ دھو کر باندھے کھڑے رہتے ہیں کیا اتنا مجھ سے نہیں ہوسکتا۔

میں: اس کے سوائے کچھ پڑھنا بھی ہوتا ہے۔ جس کو تم کہتی تھیں کہ چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے ہیں۔

حمیدہ: وہ کیا باتیں ہیں۔

میں: خدا کی تعریف اور اس کے احسانوں کا شکریہ، اپنے گناہوں کا اقرار اور ان کی معافی کی درخواست، اس کے رحم کی تمنا، اس کے فضل کی آرزو بس یہی نماز ہے۔

حمیدہ: یہ سب باتیں اسی طرح کرتے ہوں گے جیسے ہم لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔

میں: اور کیا۔

حمیدہ: مگر ابا جان تو کچھ اور ہی طرح کی بولی بولنے لگتے ہیں۔

میں: وہ عربی زبان ہے۔

حمیدہ: وہ تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اماجان تم جانتی ہو۔

میں: نہیں میں بھی نہیں جانتی۔

حمیدہ: تو کیا خدا سے عربی ہی زبان میں باتیں کرنی ہوتی ہیں۔

میں: نہیں وہ سب کی بولی سمجھتا ہے بلکہ وہ تو دلوں کے ارادوں اور طبیعتوں کے منصوبوں سے بھی واقف ہے۔

حمیدہ: یہ کیوں کر۔

میں: اس واسطے کہ وہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے۔ کوئی چیز کوئی بات اس سے مخفی نہیں۔ سب کو دیکھتا ہے سب کی سنتا ہے اگلے پچھلے کل حالات اس کو معلوم ہیں۔

حمیدہ: (گھبرا کر) کیا اللہ میاں یہاں ہمارے گھر میں بیٹھے ہیں۔

میں: گھر میں کیا ہمارے پاس بیٹھے ہیں مگر ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

یہ سن کر حمیدہ نے جلدی سے اوڑھنی اوڑھ لی اور سنبھل کر مودب ہو بیٹھی اور مجھ سے بھی آہستہ سے کہا: اماجان سر ڈھک لو۔ اس کے بعد حمیدہ پر کچھ ایسی ہیبت غالب آئی کہ میری گود میں تھوڑی دیر تک چپ پڑی رہی آخر آنکھ لگی، سو گئی۔ میری ٹانگیں سُن ہونے لگیں تو میں نے آہستہ سے چار پائی پر لٹا کر بیدارا کو پاس بٹھا دیا کہ دیکھ ہاتھ رکھے رہیو ایسا نہ لڑکی سوتے سوتے ڈر کر چونک پڑے اور میں یہاں چلی آئی۔ مجھ کو حمیدہ کی باتوں سے ایسا لگا کہ اندر سے کلیجہ تھر تھر کانپا جاتا تھا۔

نصوح: کیوں ڈر کی اس میں کیا بات تھی۔

فہمیدہ: میں کہتی تھی کہ ایسی چھوٹی سی لڑکی اور ایسی باتیں کچھ اس کو ہو تو نہیں گیا۔

نصوح: مذہب میں بڑی خوبی اور عمدگی تو یہی ہے کہ وہ ایسی باتوں کی تعلیم کرتا ہے جن کو ہر شخص سمجھ سکتا

ہے۔ مسائل دینی آدمیوں کے بتائے ہوئے معمے اور لوگوں کی گڑھی ہوئی پہیلیاں نہیں ہیں کہ ان کے حل کرنے اور بوجھنے کو بڑا غور و خوض درکار ہو بلکہ اس حکیم برحق کے باندھے ہوئے اصول اور ٹھہرائے ہوئے ضابطے ہیں اور اصول بھی کیسے سلیس اور آسان۔ ضابطے سہ اور بدیہی۔ نہیں معلوم انسان کی عقل پر کیا پتھر پڑ گئے ہیں کہ اتنی موٹی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی کہ زمین آسمان چاند سورج ستارے انواع و اقسام کے حیوانات رنگ برنگ کے نباتات ساری دنیا تمام زمانہ اتنا بڑا کارخانہ جس میں کا ایک پتا اٹھا کر دیکھو تو ہزار صنعتوں سے بھرا ہوا ہے آخر خود بخود تو نہیں ہو گیا ضرور کوئی اس کا بنانے والا ہے اور پھر اس نے جو انسان کو ایک خاص صفت عقل عطا کی ہے کچھ تو اس تخصیص کا مطلب ہے۔ مگر ہے کیا کہ انسان اس تصور کو اپنے ذہن میں آنے ہی نہیں دیتا ورنہ ساری خدائی خدا کی گواہی دے رہی ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

حمیدہ نے کوئی بات اچنبھے کی نہیں کہی۔ اچنبھے کی بات تو یہ ہے کہ ہم میں نادان بچوں کے برابر بھی عقل نہیں۔ ڈوب مرنے کی جگہ ہے زمین میں گڑ جانے کا مقام ہے۔ بلکہ حمیدہ کی باتوں کو میں ایک فال نیک اپنی کامیابی کی سمجھتا ہوں افسوس ہے تم اس کو میرے پاس نہ لے آئیں۔ اس کی ہر ہر بات لوح دل پر کندہ کرنے کے لائق ہے اور یہ باتیں اس نے کیا کہیں خدا نے اس کے منھ سے کہلوائیں۔ بیٹی کیا ہے سچ پوچھو تو ہمارے لئے ہدایت کا فرشتہ ہے اور بچے جو معصوم کہلاتے ہیں اسی سبب سے کہ ان کے دل لوث دنیا سے پاک اور حیرگی گناہ سے صاف ہوتے ہیں۔ الحمد اللہ کہ ایک سے تو اطمینان ہوا اب یہ بتاؤ کہ اوروں کے واسطے کیا انتظام کرنا ہوگا۔

فہمیدہ: تم ہی کوئی تجویز سوچو۔

نصوح: میں نے تو یہ سوچا ہے کہ لڑکیوں کو تم سنبھالو اور لڑکوں کو میں سمجھ لوں گا۔

فہمیدہ: بھلا میں بھی تو سمجھوں کیوں کہ سمجھ لو گے کہ وہی تدبیر میں بھی کروں۔

نصوح: میں پہلے چھوٹوں سے شروع کروں گا امید ہے کہ جلد راہ پر آجائیں بڑوں کا مجھ کو بڑا کھٹکا ہے یہ تو میں خوب جانتا ہوں کہ یہ نیا ڈھنگ دیکھ کر ان کے کان کھڑے ہوں گے مگر نہیں معلوم کس سے کیا معاملہ پیش آئے۔ تم اتنا کرو کہ ایک تو میرا تمہارا دونوں کا کام ایک ساتھ شروع ہو جب اندر باہر دونوں جگہ ایک ہی بات کا چرچا

ہوا تو کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ دیکھو خاص کر ہمارے پیچھے پڑے ہیں۔ اولاد اولاد سب برابر ان سے کچھ تعرض نہیں کرتے۔ دوسرے یہ کہ تمہاری ہر ادا سے یہ بات پیدا ہو کہ اس معاملے میں ہم دونوں کو ایک اہتمام خاص ہو کیوں کہ ذرا سا ضعف بھی ظاہر ہو گا تو تمام تر انتظام درہم و برہم ہو جائے گا۔

فہمیدہ: انشاء اللہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔

لفظ و معنی

استعجاب	۔	حیرت، تعجب
عبادت	۔	بندگی
رونگٹے	۔	جلد کے بال
خفا	۔	ناراض
بیجا	۔	نامناسب
غلہ	۔	اناج
شدت	۔	سختی
الامان	۔	پناہ تلاش کرنا (عربی اصطلاح ہے)
زمین پھٹ جائے اور سما جانا	۔	بہت زیادہ شرمندہ ہونا
نکمی	۔	کام چور
ضبط کرنا	۔	برداشت کرنا
بیتاب ہونا	۔	بے چین ہونا، بے قرار ہونا
بے غیرت	۔	بے حیا، بے شرم
منصوبہ	۔	پروگرام کرنے کا منظم انداز
مخفی	۔	چھپا ہوا، پردے میں
مؤدب	۔	ادب کے ساتھ

آنکھ لگنا	۔	اونگھنا، نیند آنا، جھپکی لینا
معمہ	۔	بجھول، پہیلی
سہل	۔	آسان
ضابطہ	۔	اصول، قاعدہ
بدیہی	۔	سامنے
انواع	۔	قسم (نوع کی جمع)
نباتات	۔	پیڑ پودے (نبات کی جمع)
خود بخود	۔	اپنے آپ سے
تخصیص	۔	خاص کرنا، مخصوص کرنا
برگ	۔	پتی، پتہ
لوح	۔	تختی
لوث	۔	غرض، مقصد
تیرگی	۔	تاریکی، اندھیرا
کھٹکا	۔	ڈر، شبہ
تعرض	۔	چھیڑ چھاڑ
کان کھڑے ہونا	۔	ہوشیار ہونا
درہم برہم ہونا	۔	ادھر ادھر ہونا، برباد ہونا
ضعف	۔	کمزوری
پراگندہ	۔	آلودہ، گرد وغبار سے اٹا ہوا
صفت	۔	خوبی
گھڑی	۔	لمحہ، پل

آپ نے پڑھا

- زیرِ نصاب اقتباس ڈپٹی نذیر احمد کے ناول 'توبۃ النصوح' کے ایک اقتباس سے ماخوذ ہے۔ جس کا نقطہ نظر خا

اصلاحی ہے۔ نذیر احمد کے ناولوں کی ایک خصوصیت یہ رہی ہے کہ ان کے بیشتر ناول اصلاحی نقطہ نظر کے حامل رہے ہیں جس کا پس منظر یہ ہے کہ نذیر احمد کے زمانے میں اردو ناول نے ایک فن کی حیثیت اختیار نہیں کی تھی۔ اس لئے اپنے بچوں کی اخلاقی تعلیم کے لئے انہوں نے اخلاقیات اور بچوں کی تعلیم و تربیت سے متعلق چند کتابیں لکھیں جو بعد میں اردو ناول کے فروغ کے لئے پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

- ناول 'توبتہ النصوح' کا یہ اقتباس نصوح کی بیوی فہمیدہ اور منجھلی بیٹی حمیدہ کی آپسی گفتگو پر مشتمل ہے۔ جس میں تعلیم و تربیت خصوصاً دینی تعلیم کو گفتگو کا موضوع بنایا ہے۔ جس کا بنیادی مقصد بچوں کے عبوری دور میں ان کا ذہنی اصلاح کرنا ہے۔ اس گفتگو میں بہت سے پہلو ایسے بھی آئے ہیں جن سے بالواسطہ طور پر دینی تعلیم سے متعلق بچوں کے ذہن کو بیدار کرنا ہے۔
- توبتہ النصوح کے مرکزی کردار خود نصوح ہیں اور اپنے خاندان کے مکھیا بھی ہیں جنھوں نے خاندان کے تمام افراد کی اصلاح کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ نصوح کے بڑے بیٹے کلیم کا کردار منفی جہت کا حامل ہے اور ایک لڑکی عالیہ بھی کلیم کی راہ کی ہی مسافر ہے۔ جبکہ نصوح کا دوسرا لڑکا سلیم اور حمیدہ وصالحہ مثبت خیالات کے حامل ہیں۔ نظریوں کے اس اختلاف میں اصلاح کی کوشش کی گئی ہے۔

مختصر ترین سوالات

1. نذیر احمد کب اور کہاں پیدا ہوئے؟
2. نذیر احمد کے کسی دو ناول کا نام لکھیے۔
3. فہمیدہ اور حمیدہ نصوح کی کون تھیں؟
4. نذیر احمد نے کس کی تعلیم و تربیت کے لئے ناول لکھے۔
5. زیر نصاب ناول کے اقتباس سے دو کرداروں کے نام لکھئے۔

مختصر سوالات

1. نذیر احمد کے بارے میں پانچ جملے لکھیے۔
2. فہمیدہ کے کردار پر مختصراً روشنی ڈالئے۔
3. اردو کے کسی پانچ ناول کا نام لکھیے۔
4. سرسید کے عناصر خمسہ کی حیثیت سے نذیر احمد کی خدمات پر روشنی ڈالئے۔

5. اصلاحی جذبے پر پانچ جملے لکھیے۔

طویل سوالات

1. نذیر احمد کی ناول نگاری کا جائزہ لیجیے۔
2. اردو میں ناول نگاری پر ایک مضمون لکھیے۔
3. زیرِ نصاب اقتباس کا مرکزی خیال پیش کیجیے۔
4. درج ذیل الفاظ سے جملے بنائیے:

نوع، قسم، ضد، بخار، ضابطہ، لفظ، ادب

آیئے، کچھ کریں

1. اپنے استاد کی مدد سے اصلاحی ناول پر ایک مذاکرہ کیجیے۔
2. لائبریری جا کر اردو کے دس ناول نگاروں کی ایک فہرست بنائیے۔